

بسم الله الرحمن الرحيم

ضرب خاتم



تالیف
شیخ الحدیث والتفسیر

پیرسائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی
دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

رحمۃ للعلمین پہلی کیشنز گلی نمبر 7 بشیر کالونی سرگودھا

048-3215204-0303-7931327

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصر، گلیل، القدس، فلسطیں، بائبل اور فاران بھی مدنی
تیری خاطر بننا چاہیں دنیا کے سلطان بھی مدنی
حضرت عیسیٰ شرف زیارت حاصل کرنا چاہتے ہیں
آخر اک دن ہو جائیں گے رب کے وہ مہمان بھی مدنی
تیرے پیچھے جبرائیل بھی منزل منزل جاتے ہیں
تو کی قرآن بھی مکی، تو مدنی قرآن بھی مدنی

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۱)۔ اگرچہ میں اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں ہوں۔ مگر خدا نے میری
عاجزانہ دعا قبول کر لی ہے کہ میں اس سے مل سکوں (انجیل برنباس باب ۹۷: آیت ۱)۔
عیسیٰ میرے روضے پر آئیں گے مجھے سلام کہیں گے میں جواب دوں گا (مستدرک حاکم
جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)۔ عیسیٰ میرے ساتھ میرے روضے میں دفن ہوں گے (مشکوٰۃ صفحہ
۵۱۴)۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خاتم الانبياء والمرسلين
وعلى اله واصحابه اجمعين اما بعد

ختم نبوت پر قرآنی آیات

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا یعنی محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے (احزاب: ۴۰)۔

حضرت زید بن حارثؓ کو نبی کریم ﷺ کا منہ بولا بیٹا سمجھ کر زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے منہ بولا بیٹا بنانے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اس کی تصریح موجود ہے کہ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَانَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ لَعَنَ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ النَّبَّاءَ فِي مَا يَدْعُوا بِالْأَفْوَاهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُدْعَوْنَ بِهِ سَمَاوَاتٍ وَلَا يُعْمِلُونَ فِيهِ شَيْئًا وَهُمْ يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ آبَائِهِمْ وَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

بیٹوں کو تمہارے فرزند نہیں بنایا، یہ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اُدعوہُم لِابْنائِہِم یعنی انہیں ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو (احزاب: ۵، ۴)۔

جب حضرت زید ؑ نے اپنی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اس مسئلے کی وضاحت کیلئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ حضرت زینب سے نکاح فرمائیں۔ اس نکاح کا ذکر رَوَّجْنٰهَا (احزاب: ۳۷) میں موجود ہے۔ جب آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اس موقع پر یہ آیت ختم نبوت نازل ہوئی۔

اس آیت کے چار حصے ہیں۔ (۱)۔ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں۔ (۲)۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (۳)۔ وہ آخری نبی ہیں۔ (۴)۔ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ پہلے حصے میں حضرت زید والے مسئلے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام میں اکثر ایسا ہوتا رہا ہے کہ باپ کے بعد اس کا بیٹا نبی ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے کسی بیٹے

کو جوانی تک نہیں پہنچایا تا کہ آپ ﷺ کے بعد اجرائے نبوت کے وہم کی بھی نفی ہو جائے اور منہ بولے بیٹے سے بھی اجرائے نبوت کی غلط فہمی جنم نہ لے سکے۔ حدیث شریف میں یہاں تک وضاحت موجود ہے کہ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ وَلَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ یعنی اگر محمد کریم ﷺ کے بعد نبی آنا ہوتا تو آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۱۴)۔

لَكِنْ کا لفظ سابقہ کلام سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کسی مرد کا باپ نہ ہونے سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ شاید آپ کسی کے روحانی باپ بھی نہیں ہیں۔ دوسرے حصے میں لَكِنْ کے ذریعے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا ہے اور رسول اللہ کہہ کر روحانی باپ ہونے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

آپ ﷺ کے بعد چونکہ کسی نبی نے نہیں آنا جو آ کر ان مسائل کی وضاحت کرے گا یا عملی نمونہ پیش کرے گا لہذا تیسرے حصے میں آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تصریح کر دی گئی ہے۔ گویا آخری نبی ہونے کے ناطے آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے کہ اُمت کی راہنمائی کے لیے زندگی کا کوئی گوشہ تشہیم تعمیل نہ چھوڑا جائے اور ہر خدائی حکم پر عمل کر کے دکھایا جائے۔

چوتھے حصے میں نکاح کے مذکورہ بالا مسئلے کی حکمت اور مصلحت کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ باخبر ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی وجہ سے عملی نمونہ پیش کرنا ضروری تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آخری نبی بنائے جانے کے لائق کون سی ہستی ہے۔ تقریباً یہ ساری بحث تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۷۱ پر بھی موجود ہے اور دوسرے بہت سے مفسرین نے بھی مختصر ایسی بات بیان فرمائی ہے۔

خاتَم (ت کے زبر کے ساتھ) اور خاتَم (ت کے زیر کے ساتھ) دونوں قرأتیں منقول ہیں (بخاری جلد ۳ صفحہ ۵۳۳)۔ قاعدہ یہ ہے کہ مختلف قرأتوں کی صورت میں مفہوم ایک ہی رہنا چاہیے۔ خاتَم (ت کی زبر کے ساتھ) کے کئی لغوی معنی ہیں۔ مثلاً آخری، مہر، انگلی، گھوڑے کے پاؤں کی سفیدی وغیرہ۔ ان میں سے ”آخری“ والا معنی خاتَم (ت کی زیر کے ساتھ) سے مطابقت

رکھتا ہے۔ گویا دوسری قرأت نے خاتم کا معنی باندھ کر دکھادیا اور فضول ہیرا پھیری کے تمام راستے بند کر دیے۔

ختم نبوت پر مزید قرآنی آیات

نبی کریم ﷺ کی رسالت پوری کائنات کیلئے ہے۔ کوئی علاقہ اور کوئی قوم رحمۃ اللعلمین ﷺ کی پہنچ سے باہر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا کہ فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں (الاعراف: ۱۵۸)۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ علم و ہنر اور رشد و ہدایت کا کوئی گوشہ اس معلم کتاب و حکمت ﷺ کے فیض سے محروم نہیں۔ سیاست و معیشت، اخلاق و معاشرت، سائنس و طب، تعلیم و اصلاح وغیرہ کے تمام پہلوؤں میں آپ ﷺ نے مکمل راہنمائی فراہم کر دی ہے۔

آپ ﷺ کے تشریف لانے کے ساتھ ہی کاغذ کی ایجاد، ڈاک سسٹم کی ترویج اور آہستہ آہستہ مواصلاتی نظام کی بے پناہ ترقی سے پوری دنیا باہم مربوط ہو چکی ہے۔ جس سے ایک ہی پیغام کو عالمی سطح پر مشتمل کرنا بالکل آسان ہو چکا ہے۔ عالمگیر نبوت کا پیغام عالمی سطح تک پھیلانے کا یہ خدائی بندوبست ہے۔ سائنس کی یہ ترقی ختم نبوت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق رکھتی ہے۔ پھر بھی جدید پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے لیے قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد و استنباط کا مکمل سسٹم جاری کر دیا گیا ہے۔ اس منصوبے کی قیامت تک کے لیے حتمی حیثیت کے پیش نظر اللہ کریم نے اعلان فرمادیا اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ ۳) یعنی آج میں نے تمہاری خاطر تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

گویا اجتہاد کا قیامت تک کیلئے جاری ہو جانا بھی ختم نبوت کی بڑی واضح دلیل ہے۔ اسکے علاوہ کفار کے خلاف حتمی کارروائی کے طور پر جہاد کا حکم بھی ختم نبوت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کے بعد کسی دوسری آسمانی تعلیم کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے بعد قیامت کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا وَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

اَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (البقرة: ۴) یعنی متقی وہ ہیں جو آپ ﷺ پر نازل ہونے والے اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت میں آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے اور خود آپ ﷺ پر نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد میں نازل ہونے والے آسمانی احکام کی بجائے فرمایا وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ یعنی وہ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ پورا قرآن پڑھ کر دیکھ لیجیے آخرت اور یوم آخرت کے الفاظ قیامت کے معنی میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اب قیامت تک کے لیے نبوت اور وحی نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

ختم نبوت پر احادیث

یہ گزارش اچھی طرح یاد رکھیے کہ قرآن کے معانی ومفہم نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں ہی معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ ہر زبان میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہوا کرتے ہیں۔ عربی زبان میں یہ احتمال اور بھی زیادہ موجود ہے۔ خصوصاً قرآن میں تو زبردست احتمالات ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً: صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج وغیرہ کے لفظی معنی بالترتیب رحمت، پاکیزگی، رُکنا اور غلبہ ہیں۔ اب یہ الفاظ بول کر اللہ تعالیٰ نے کیا کہنا چاہا ہے؟ اس بات کا فیصلہ لغت (Dictionary) نہیں دے سکتی۔ یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اس کتاب کے مُعَلِّم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ اِلَيْهِمْ (النحل: ۴۴) یعنی ہم نے یہ قرآن آپ ﷺ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اس کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

یہ ایمان اور نصیب کا ایسا موڑ ہے کہ اگر سوچ کا سٹیرنگ حدیث کو چھوڑ کر صرف لغت کی طرف مڑ گیا تو وہ زمانہ در زمانہ اور علاقہ در علاقہ بدلتی رہنے والی لغت کے سنگلاخ جنگلوں میں بھٹک گیا اور اگر کسی کی سوچ کا رُخ حدیث رسول ﷺ کی طرف ہو گیا تو اُسے ایک فیصلہ کن چیز (یعنی حکمت) ہاتھ آگئی اور وہ قرآن کے حقیقی معنی اور منشاء خداوندی سے آگاہ ہو گیا۔ اس انتباہ کے

بعد مندرجہ ذیل احادیث کا مطالعہ کیجیے:

{حدیث نمبر 1}- كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسْوَ سُهُمُ الْأَنْبِيَاءِ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ قَالُوا أَفَمَاذَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَوَابِيْعَةُ الْأَوَّلِ قَالُوا لَوْلَا أَعْطُوا حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَأَلَهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۱، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰، المستند صفحہ ۶)۔

ترجمہ:- بنی اسرائیل میں لوگوں کی اصلاح کا کام انبیاء کے ذمے تھا۔ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آجاتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا پہلے کی بیعت نبھاؤ بس پہلے کی بیعت نبھاؤ۔ تم ان کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔ اس حدیث میں ختم نبوت کی وضاحت چار طرح سے کر دی گئی ہے۔

(۱) بنی اسرائیل کے پے در پے آنے والے انبیاء علیہم السلام کی بجائے لَا نَبِيَّ بَعْدِي کے الفاظ فرمائے گئے۔ اس سے ظل اور بروز وغیرہ کی جڑ کٹ گئی۔

(ب) کثرت سے خلفاء کا ہونا بھی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خلفاء سے مراد انبیاء نہیں ہیں۔ ورنہ چودہ سو سال میں کثرت سے انبیاء آچکے ہوتے۔

(ج) ”پہلے خلیفہ کی بیعت نبھانے“ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایک ہی شخص کئی خلفاء کا زمانہ پائے گا۔ خلفاء کا یہ تسلسل بھی ختم نبوت میں کسی ظلی اور بروزی رخنہ اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔

(د) ”تم اُن کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ اُن سے اُن کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔“ ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ ان خلفاء سے خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہوگا اور وہ معصوم نہیں ہوں گے اور جو معصوم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوتا۔

{حدیث نمبر 2}- اِنْ مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبَنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطْوِفُونَ بِهِ وَيَتَعَجَّبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وَضِعَتْ هَذِهِ اللَّبَنَةُ قَالَ فَإِنَّا اللَّبَنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸، ترمذی جلد

۲ صفحہ ۲۲۴، المستند صفحہ ۷۔

ترجمہ:- میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے حسین و جمیل محل بنایا ہو مگر کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ آ کر اس محل میں گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے۔ بس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔

{ حدیث نمبر 3 } - سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۷)۔

ترجمہ:- میری امت میں تیس جھوٹے شخص ہوں گے، ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

{ حدیث نمبر 4 } - إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶۲، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:- بلاشبہ رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو چکی ہیں۔ اب میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

{ حدیث نمبر 5 } - بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۳، مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۶، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:- میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں (یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں)۔

{ حدیث نمبر 6 } - أَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ وَفِي رِوَايَةٍ لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۱، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:- میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک بھی نہ ہو۔

{ حدیث نمبر 7 } - أَمَّا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳، المستند صفحہ ۲۹)۔

ترجمہ:- اے علی! کیا آپ خوش نہیں کہ آپ میرے وہی کچھ لگتے ہیں جو موسیٰ کے ہارون لگتے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

{حدیث نمبر 8}۔ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَّكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۸، المستند صفحہ ۲۸)۔

ترجمہ:- اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

ان احادیث میں نبی کریم ﷺ نے مثالیں دے دے کر اور الفاظ پھیر پھیر کر ختم نبوت کی وضاحت کی حد کر دی ہے۔ آپ ان احادیث کا دوبارہ مطالعہ کر لیجیے۔ آخر اس سے بڑھ کر کون سے الفاظ کا استعمال کیا جاتا، جس سے منکرین ختم نبوت کی تشفی ہوتی؟ نبی کریم ﷺ نے کہیں فرمایا ”پے در پے انبیاء کی بجائے اب خلفاء ہوں گے“۔ کہیں فرمایا: ”انبیاء کے محل کی آخری اینٹ میں ہوں“۔ کہیں فرمایا ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“، کہیں فرمایا ”نبوت ختم ہوگئی“۔ کہیں فرمایا ”میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں“، کہیں فرمایا ”میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک نبی بھی نہ ہو“، کہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ماتحت اور ظلی و بروزی نبوت کی نفی کر دی۔ کہیں یہاں تک وضاحت کر دی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

ان تمام احادیث میں لفظ ”خاتم“ کی ایسی زبردست وضاحت کر دی گئی ہے کہ ایک بدماغ شخص کا دماغ بھی ٹھکانے پر آجائے۔ اس سے پہلے آپ خاتم کی دو قرأتوں کی بحث بھی پڑھ چکے ہیں۔ دنیا بھر کے مفسرین نے اس آیت کے تحت نبی کریم ﷺ کو آخری نبی تسلیم کیا ہے اور اس مسئلے پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق چلا آ رہا ہے۔ ہمارے عقائد کی مشہور درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ ثَبَّتَ أَنَّهُ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ یعنی ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۳۸)۔ خاتم النبیین کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى حَمْلِ هَذَا الْكَلَامِ عَلَى ظَاهِرِهِ وَأَنَّ مَفْهُومَهُ الْمُرَادُ بِهِ ذَوْنُ تَأْوِيلٍ وَلَا تَخْصِيصٍ یعنی پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لَا نَبِيَّ بَعْدِي کے الفاظ اپنے ظاہر

پر محمول ہیں اور ان میں کسی قسم کی تاویل اور تخصیص جائز نہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۷۲۷)۔ ملاً علی قاری علیہ الرحمۃ پوری اُمت کی کتابوں کا جائزہ لینے کے بعد فیصلہ لکھتے ہیں کہ دَعْوَى النَّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا ﷺ كُفْرٌ بِالْإِجْمَاعِ یعنی ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے اور اس پر پوری اُمت کا اجماع و اتفاق ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۴)۔

جس قوم کے پاس ختم نبوت پر دلائل کا اس قدر ذخیرہ موجود ہو وہ یقیناً اس عقیدے کو اختیار کرنے میں حق بجانب ہے۔ اور وہ اس موضوع پر اللہ کی بارگاہ میں سُرخرو ہے۔
مرزا قادیانی کا اپنا بیان:۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں ”میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں“ (آسمانی فیصلہ: صفحہ ۳)۔

حیاتِ مسیح علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانا اور قیامت کی نشانی کے طور پر آسمان سے نازل ہونا قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ ختم نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے تمام مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں۔ مدارک، خازن، بیضاوی، تفسیرات احمدیہ اور مظہری وغیرہ میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً تفسیر مدارک کے الفاظ یہ ہیں: لَا يَنْبَأُ أَحَدٌ بَعْدَهُ وَعِيسَى مِمَّنْ نُبِيٌّ قَبْلَهُ یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں۔

تفسیر بیضاوی کے الفاظ یہ ہیں: وَلَا يَقْدَحُ فِيهِ نَزُولُ عِيسَى بَعْدَهُ لِأَنَّهُ إِذَا نَزَلَ كَانَ عَلَى دِينِهِ، مَعَ أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ أَنَّهُ أَخْرَجَ مَنْ نُبِيٌّ عَنِ نَزُولِ عِيسَى ختم نبوت کے خلاف نہیں اسلئے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل کریں گے، اسکے علاوہ آخری نبی ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے ہیں (بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)۔

تفسیر مظہری کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اسلئے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو نبی کریم ﷺ کی شریعت پر چلیں گے۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ انکو نبی کریم ﷺ سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانی خبروں کا سلسلہ نبی کریم ﷺ پر ختم کر

دیا ہے۔ لیکن کسی سابق نبی کا باقی رہنا ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے (مظہری جلد ۷ صفحہ ۳۵۱)۔
 ہاں البتہ جس طرح مرزا قادیانی کی ایک نئی شخصیت نے کھڑے ہو کر نبوت اور مسیحیت کا
 دعویٰ کر دیا ہے، یہ ضرور ختم نبوت کے تمام اعلانات کے منافی ہے۔ اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کی نشانی کے طور پر جسم سمیت واپس آنے کا ختم نبوت کے ساتھ
 ایک گہرا رشتہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اس آیت سے ثابت ہے: وَمَا قَتَلُوهُ
 يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْاَلَكِيُوْمَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ
 الْقِيَمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (النس آء: ۱۵۷-۱۵۹)۔

ترجمہ:- اسے یہودیوں نے یقیناً قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت
 والا ہے۔ تمام اہل کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن
 ان پر گواہ ہوگا۔

یہاں قادیانی ایک سوال اٹھایا کرتے ہیں کہ اس آیت میں آسمان کا لفظ کہیں موجود
 نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ”اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا“ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہی
 ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن اسکی سلطنت کا ظہور کامل آسمانوں میں ہونے کی وجہ
 سے اللہ تعالیٰ خود کا آسمانوں میں ہونا بیان فرماتا ہے (تفسیر جامع البیان میں ہے: لِاَنَّ السَّمَاۤءَ
 مَحَلَّ ظُهُوْرِ سُلْطٰنٰتِهٖ: صفحہ ۵۲)۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کے لیے آسمان پر لے جایا
 گیا، ورنہ اللہ تعالیٰ تو زمین پر بھی موجود تھا۔ قرآن پڑھیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اٰمِنْتُمْ مِّنْ فِی
 السَّمَاۤءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ (ملک: ۱۶)۔ اس آیت کا ترجمہ مرزا قادیانی
 کے بیٹے مرزا بشیر الدین نے اس طرح کیا ہے:

کیا آسمان میں رہنے والی ہستی سے تم اس بات سے امن میں آگئے ہو کہ وہ تم کو دنیا میں
 ذلیل کرے (ترجمہ مرزا بشیر الدین)۔

یہاں مرزا بشیر الدین نے اللہ تعالیٰ کو صاف طور پر آسمان میں رہنے والی ہستی قرار دیا
 ہے۔ اس سے اگلی آیت میں بھی اٰمِنْتُمْ مِّنْ فِی السَّمَاۤءِ کے الفاظ موجود ہیں۔ اور مرزا بشیر

الدین نے وہاں بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔

حدیث شریف میں بھی یہی ہے کہ جوزمین پر ہیں تم ان پر رحم کرو اور جو آسمان پر ہے وہ تم پر رحم کرے گا (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۳)۔

مرزا قادیانی خود بھی لکھتے ہیں کہ رَافِعُكَ اِلَیَّ کے یہ معنی ہیں کہ جب عیسیٰ فوت ہوئے تو ان کی روح آسمان پر اٹھائی گئی (ازالہ ادہام صفحہ ۲۲)۔

اب بتائیے کہ مرزا قادیانی نے آسمان کا لفظ کہاں سے نکالا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو آسمان پر کیسے پہنچا دیا۔ جو آپ کا جواب ہو گا وہی ہمارا جواب ہے۔

صحیح اور سیدھا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر کرتے وقت اس قسم کی ہیرا پھیری کی بجائے نبی کریم ﷺ کی ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائے جو خالص اسی موضوع پر وارد ہوئی ہیں۔ اس آیت کی تشریح احادیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔

(۱)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ عِيسٰی لَمْ يَمُتْ وَاَنْتُمْ رَاجِعُ الْيَوْمَ الْقِيَمَةِ یعنی عیسیٰ نہیں مرے بلکہ وہ قیامت سے پہلے پہلے تمہاری طرف واپس آنے والے ہیں (درّ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۶)۔

(۲)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے گھر کے چشمے پر نہا کر گھر سے نکلے۔ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ باہر بارہ حواری موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون چاہتا ہے کہ میری جگہ قتل کیا جائے اور درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ اس پر ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور خود کو اس کام کے لیے پیش کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ وہی فرمایا۔ پھر وہی نوجوان کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ہی وہ شخص ہے۔ اس کے فوراً بعد اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے اور اس حواری کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے

اور بہت سے سلف سے اسی طرح مروی ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۸)۔

(۳)۔ ”اللہ کی قسم تم میں عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہوگا۔ حکومت کرے گا، عدل کرے گا، صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا (یعنی صلیب پرستی اور خنزیر خوری ختم ہو جائے گی) جنگ بند کرے گا (یعنی امن عامہ کی وجہ سے جنگ کی ضرورت ہی نہ رہے گی)، دولت اس قدر بھائے گا کہ اسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔ نوبت یہاں تک آجائے گی کہ لوگ ایک سجدہ کرنا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر سمجھیں گے۔“ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَكُيُومِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا** کہ تمام اہل کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۰، مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۷، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۶، ابن ماجہ صفحہ ۲۹۹۔ واللفظ للبخاری، المستند صفحہ ۷۵)۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرقی سفید مینار کے پاس نازل ہوگا۔ اس نے دوزرد چادریں اوڑھی ہوں گی۔ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوں گے۔ جب اپنے سر کو جھکائے گا تو اس میں سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائے گا تو جواہرات جیسے موتی گریں گے۔ اس کے سانس کی ہوا جس کا فر تک پہنچے گی وہ مرجائے گا۔ وہ دجال کو لد کے دروازے کے پاس پکڑ کر قتل کر دے گا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱-۴۰۳، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۷، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۷۳، ابن ماجہ صفحہ ۲۹)۔ واضح رہے کہ لد آجکل اسرائیل کی ایک ائر پورٹ کا نام ہے۔

(۴)۔ **يَنْزِلُ أَخِي ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ** یعنی میرا بھائی ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۸، مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۳۴۹، المستند صفحہ ۷۵)۔

(۵)۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں حضرت سعد بن ابی وقاص قادیہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت نضله بن معاویہ انصاری کو تین سو سوار دے کر حلوان عراق کی طرف مال غنیمت لوٹنے کیلئے بھیجا۔ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں عصر کی نماز کیلئے اذان دی۔ جب وہ اذان کہنے لگے تو اچانک حلوان کے پہاڑوں میں سے اذان کا جواب سنائی دینے لگا۔ جب نضله اذان سے فارغ ہوئے تو

سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اللہ تجھ پر رحم کرے، تو جو کوئی بھی ہے ہمارے سامنے آ کر اپنی صورت دکھا۔ کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ ﷺ اور عمر ابن خطاب کا بھیجا ہوا ہے۔ اس پر ایک شخص خاص کا سر پہاڑ کے شکاف سے ظاہر ہوا۔ اسکے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور اس نے اون کے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے سامنے آ کر سلام کہا اور لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ لوگوں نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام زریت بن برتملا ہے۔ میں اللہ کے نیک بندے عیسیٰ ابن مریم کا وصی ہوں۔ انہوں نے مجھے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور میرے لیے آسمان سے نازل ہونے کے وقت تک زندہ رہنے کی دعا فرمائی ہے۔ میری طرف سے عمر کو سلام کہنا اور اسے میری طرف سے بتا دینا کہ قیامت قریب ہے۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا اور لوگ اسے نہ دیکھ سکے۔ پھر نضله نے یہ سارا واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا اور انہوں نے حضرت فاروق اعظم کی طرف لکھا۔ حضرت فاروق اعظم نے اس کے جواب میں حضرت سعد کو لکھا کہ آپ بھی مہاجرین و انصار کی ایک جماعت لے کر اس پہاڑ پر جائیں اور اگر زریت بن برتملا سے ملاقات ہو جائے تو میری طرف سے انہیں سلام کہیں۔ چنانچہ حضرت سعد چار ہزار مہاجرین و انصار کو لے کر اس پہاڑ پر گئے اور چالیس دن تک ہر نماز کے لیے اذان پڑھتے رہے مگر انہیں کوئی جواب یا آواز سنائی نہ دی (فتوحات مکہ جلد ۱، ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۱۶۷-۱۷۸)۔ شیخ اکبر قدس سرہ اپنے کشف کے ذریعے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

رؤ عیسائیت اور حیات مسیح علیہ السلام

عیسائیوں نے جب کبھی اسلامی تعلیمات پر کوئی اعتراض کیا تو اہل اسلام نے ہمیشہ اس کا منہ توڑ جواب دیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے سامنے کسی عیسائی نے یہ سوال رکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر موجود ہیں جبکہ آپ کے نبی زمین میں دفن ہیں۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے نبی سے افضل ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا اگر اس طرح اوپر جانے سے افضلیت ثابت ہوتی ہو تو پھر پانی کا بلبلاموتیوں سے افضل ہونا چاہیے۔ کیونکہ بلبل پانی کے اوپر رہتا ہے جبکہ موتی پانی کی تہ میں بیٹھا ہوتا ہے۔ عیسائی نے یہ سوال ایک شعر کی صورت میں کیا تھا۔ اور شاہ صاحب نے اس کا جواب بھی شعر میں ہی دیا تھا۔ دونوں شعر ملاحظہ کیجیے:

{سوال} کسے بکفت کہ عیسیٰ ز مصطفیٰ علی است

کہ ایں بزیر ز میں دفن و آں باوج سماست

{جواب} بکفمت کہ نہ ایں حجت قوی باشد

حباب بر سر آب و گو ہر تہ دریا است

مرزا قادیانی کو بھی شروع شروع میں عیسائیت کے رد کا بہت شوق تھا۔ لیکن ایسے کاموں کیلئے لیاقت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی سے جب عیسائیوں کے اس قسم کے اعتراضات کے جواب نہ بن سکے تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ وقت کے علماء اور مشائخ کی طرف رجوع کرتے اور ان سے رہنمائی لیتے۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس کے برعکس یہ ترکیب نکالی کہ حیات مسیح علیہ السلام کا سرے سے انکار ہی کر دیا جائے۔ نہ بچے گا بانس نہ بچے گی بانسری۔ چنانچہ وہ خود اپنی کتاب کشتی نوح میں یوں لکھتے ہیں خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح، صلیبی عقیدہ (عیسائیت) پر موت نہیں آسکتی (کشتی نوح صفحہ ۲۵)۔

لیکن مرزا قادیانی ان حقائق کو بھول گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے (سورہ مریم وغیرہ) اور اللہ نے ان کا نام روح اللہ اور کلمۃ اللہ رکھا ہے (آل عمران)۔ وہ اپنے ہاتھ سے مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارتے تھے تو وہ اصلی پرندہ بن جاتا تھا۔ وہ بیماروں کو شفا دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے (آل عمران)۔ کیا یہ سب باتیں عیسائیت کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کو تقویت نہیں دے رہیں؟ کیا آپ ان تمام حقائق کا انکار محض اس لیے کر دیں گے کہ ان سے عیسائیت کو تقویت مل رہی ہے؟ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاندان کے حوالے سے پوری پوری سورتیں موجود ہیں (آل عمران، مائدہ اور مریم)۔ کیا ان سب کو بھی عیسائی دشمنی میں آ کر قرآن سے نکال باہر کریں گے؟

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا مرزا قادیانی نے وفات مسیح کا شوشا چھوڑ کر عیسائیوں کو مطمئن کر دیا ہے؟ کیا واقعی صلیبی عقیدے پر موت طاری کر دی گئی ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی عیسائی لوگ قادیانیت کو قبول کرنے کی بجائے دھڑا دھڑا اسلام کو قبول کرتے جا رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کا حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اس کام میں رکاوٹ نہیں ڈال رہا۔ بلکہ زبردست مددگار ثابت ہو رہا

ہے۔ جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و آبرو موجود ہے تو ان کا دل اسلام کے لیے خود بخود نرم ہو جاتا ہے۔ اور خدا گواہ ہے کہ ہم یہ بات محض ہوائی اور بے بنیاد نہیں کر رہے بلکہ ہم نے خود عیسائیوں سے گفتگو کی ہے اور اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر یہ بات عرض کر رہے ہیں۔

آج تک عیسائیوں نے حیات مسیح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ شوشا محض قادیانیوں نے خود چھوڑ رکھا ہے اور عیسائیوں کی مخالفت کا ڈھونگ رچائے بیٹھے ہیں۔ کسی عیسائی نے جو شعر فارسی زبان میں کہا تھا، قادیانی وہی بات اردو کے اس شعر میں کہتے ہیں:

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا
اس شعر کے لکھنے والوں نے یہ بھی سوچا کہ وہ اس شعر سے عیسائیت کی تردید کر رہے ہیں یا تائید؟ قادیانیوں کے اس عیسائی نما شعر کا ہم یوں جواب دیتے ہیں:

افضل ہے آسمان سے وہ سرزمین طیبہ مدفون ہے جہاں پر شاہ جہاں ہمارا
یہ شعر بھی میں نے پوری ذمہ داری سے لکھا ہے۔ اس امر پر پوری امت کا اجماع ہے کہ آج جس جگہ سے ہمارے نبی کریم ﷺ کا جسم اطہر چھوڑا ہے وہ جگہ عرش عظیم سے بھی افضل ہے۔ کاش مرزا قادیانی عیسائیت کی تردید کے لیے گھر سے نکلنے سے پہلے وسیع مطالعہ اور مکمل تیاری کر لیتے۔

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے پھانسی پر لٹکا دیا اور ان کی موت واقع ہو گئی۔ یہ پورا واقعہ انجیل میں درج ہے۔ دوسری طرف یہودی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دینے کے دعویدار ہیں۔

یہاں قادیانی بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے ہم نوا ہیں۔ قادیانی بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکا یا گیا مگر ہوا یہ کہ ان کی موت واقع نہیں ہوئی، بلکہ وہ مُردے کی طرح ہو گئے۔ بعد میں جب ہوش میں آ چکے تو چپکے سے کشمیر کی طرف بھاگ آئے۔ یہاں سری نگر میں ان کی وفات ہوئی اور وہ سری نگر کے محلہ خان یار میں دفن ہیں۔ قادیانیوں نے یہ سارا ڈھکوسلا عیسائیوں کی کتب اور آثار قدیمہ سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے برعکس قرآن کہتا ہے: وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ (النساء: ۱۵) یعنی یہود نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ ہی پھانسی دیا۔

واضح رہے کہ اس آیت میں قرآن نے قتل اور پھانسی دونوں کی نفی کی ہے۔ قتل کی واردات میں موت کا واقعہ ہو جانا ضروری ہوتا ہے جب کہ پھانسی کی واردات میں موت کا واقعہ ہو جانا ضروری نہیں ہوتا۔ آج کل کے ہوشیار و کیلوں نے جب پھانسی (hang) کے لفظ میں پائی جانے والی اس گنجائش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجرموں کو تختہ دار سے زندہ نیچے اتروانا شروع کر دیا تو قانون دانوں کو مجبوراً صرف پھانسی کی بجائے موت تک پھانسی (hang till death) کے الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پھانسی میں موت کا مفہوم شامل نہ تھا۔ اسی وجہ سے قرآن نے بھی قتل کا لفظ الگ اور پھانسی کا لفظ الگ استعمال کیا ہے۔ یہاں سے صلیب پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے قریب بھی نہیں گئے تو تم کس غلط فہمی میں صلیب کی پوجا کرتے ہو؟ اسی عقیدہ مصلوبیت نے صلیب پرستی کو بنیاد فراہم کی تھی اور قادیانیوں نے صلیب توڑنے کی بجائے صلیب پرستی میں عیسائیوں کا ہاتھ بٹایا۔ آج اگر کوئی شخص صلیب کو توڑ کر دکھانا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ قرآنی الفاظ مَاصْلَبُوہ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مطلق صلیب پر چڑھنے کی نفی کرے تاکہ صلیب کو متبرک سمجھ کر اسکی پوجا کرنے کی بنیاد ختم ہو جائے اور صلیب پرستی کا صفایا ہو جائے۔

چلئے سب کچھ چھوڑیے۔ آپ عیسائیوں کو نچا دکھانا چاہتے ہیں؟ ذرا انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا ملاحظہ کر لیجیے۔ جس میں وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی خواہش فرما رہے ہیں۔ آپ کا ردِ عیسائیت کا شوق بھی پورا ہو جائے گا اور حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ بھی درست معلوم ہونے لگے گا۔ انصاف شرط ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

انجیل برنباس کے الفاظ پڑھیے:

UNWORTHY THOUGH I AM TO UNTIE HIS HOSEN I HAVE
RECEIVED GRACE AND MERCY FROM GOD TO SEE HIM

(BARNABAS:97-1)

ترجمہ:- اگرچہ میں اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں ہوں، میں نے اللہ سے اس بات

کی عاجزانہ دعا کی جو اس نے قبول کر لی کہ میں اس سے مل سکوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سنت اور قرآن کے مطابق فیصلے کریں گے (مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۷)۔

وہ حج یا عمرہ کریں گے اور مکہ شریف سے مدینہ طیبہ تک سفر کریں گے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)۔ مستدرک حاکم میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ لِيَهْبِطَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكْمًا عَدْلًا وَ اِمَامًا مُقْسِطًا وَلْيَسْلُكَنَّ فَجًا حَاجًا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ بَيْنَتَهُمَا وَلْيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَا زَدَنَّ عَلَيَّ یعنی عیسیٰ ابن مریم ضرور بر ضرور نیچے اترے گا، حکومت کرے گا، عدل کرے گا، اور منصفانہ امانت کرے گا، اور حج یا عمرہ کے لیے ضرور سفر کرے گا، اور ضرور بر ضرور میری قبر پر آئے گا حتیٰ کہ مجھے سلام کہے گا اور میں ضرور بر ضرور جواب دوں گا۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے میرے بھائی جب تم حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھو تو عرض کرنا کہ ابو ہریرہ آپ کو سلام پیش کرتا تھا۔ حاکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۹۷، المستند صفحہ ۷۶)۔

واضح رہے کہ مرزا قادیانی نے زندگی بھر نہ حج کیا اور نہ عمرہ۔

پیر مہر علی شاہ گوڑوئی اپنی کتاب سیفِ چشتیائی میں یہی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”ہم پیشن گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا اور جواب سلام سے مشرف ہونا، یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی“ (سیفِ چشتیائی صفحہ ۱۰۸)۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس پیشن گوئی کے بعد مرزا قادیانی چھ سال زندہ رہے مگر پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس پیشن گوئی کو غلط ثابت نہ کر سکے۔ اور حج و عمرہ کی سعادت سے بے نصیب رہے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدینہ شریف میں نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس میں دفن ہوں گے۔ اور قیامت کے روز نبی کریم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک ہی روضے میں سے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بیچ میں سے اٹھیں گے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴)۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو سابق یہودی عالم تھے) فرماتے ہیں کہ تورات

میں نبی کریم ﷺ اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا ایک جگہ دفن ہونا لکھا ہوا ہے۔ ابو مودود فرماتے ہیں کہ آج بھی روضۂ اقدس میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۵، المستند صفحہ ۷۶)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر انہیں نماز پڑھانے کی دعوت دے گا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں، اس اُمت کے اپنے لوگ ہی اس اُمت کی امامت کا حق رکھتے ہیں، اللہ نے اس اُمت کو یہ اعزاز بخشا ہے (مسلم جلد ۱ صفحہ ۷۴ عن جابر رضی اللہ عنہ)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اے میری اُمت! تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۰، مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۷ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، المستند صفحہ ۷۶)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَآءِ فِیْکُمْ وَاَمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی تمہاری شان اُس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ ابن مریم تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بیہقی کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۳۰۱، المستند صفحہ ۷۶)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے اور نبی کریم ﷺ کے اُمتی ہونے کا شرف حاصل کرنے کے لیے دوبارہ تشریف لانے میں نبی کریم ﷺ کی جوشان پوشیدہ ہے وہ ان تمام دلائل سے اچھی طرح واضح ہو رہی ہے اور اس میں اُمتِ مسلمہ کے لیے جو اعزاز پنہاں ہے اس پر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

اللہ کریم جل شانہ کا ارشاد ہے وَ اِنَّہٗ لَعَلِّمَ لِّلْاَسَافَةِ یعنی عیسیٰ قیامت کی نشانی ہے (الزخرف: ۶۱)۔ اس آیت کی ایک قرأت عَلَّمَ (ع اور ل کے زبر کے ساتھ) بھی ہے اور یہ قرأت حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)۔ جس سے اس آیت کا مفہوم کھر کر سامنے آ گیا ہے۔ اور حدیث شریف میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اس آیت میں قیامت کی نشانی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم کی قیامت سے پہلے تشریف آوری ہے (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۴۱۳)۔

ظہورِ مہدی

حدیث شریف میں ہے کہ یہ اُمت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے۔ جس کے شروع میں میں ہوں، درمیان میں مہدی اور آخر میں عیسیٰ ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۸۳، المستند صفحہ ۷۰)۔

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی علیہ السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ جبکہ مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ خود ہی عیسیٰ بھی ہیں اور وہی مہدی بھی ہیں۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری اس اُمت کے لیے اعزازی اعزاز ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مہدی میری عترت سے ہوگا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۲، ابن ماجہ صفحہ ۳۰۰، مشکوٰۃ صفحہ ۷۰، المستند صفحہ ۶۹)۔

اس حدیث میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ کی آل میں سے ہونا صراحتہً مذکور ہے۔ اور ”حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد“ کے الفاظ تمام تاویلات بعیدہ کا دروازہ بند کر رہے ہیں۔ اور مرزا قادیانی کے مُغل (مرزا) ہونے کے وجہ سے ان کی مہدویت کو پاش پاش کر رہے ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے حسن کو نبی کریم ﷺ نے سید قرار دیا ہے۔ اس کی پشت میں سے ایک آدمی پیدا ہوگا جو نبی کریم ﷺ کا ہمنام اور ہم اخلاق ہوگا مگر صورت مختلف ہوگی۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۷۱)۔

قادیانی حضرات اپنے مرزا قادیانی کی مہدویت کو ثابت کرنے کیلئے حدیث کا ایک ٹکڑا ”لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسَى“ پڑھ دیا کرتے ہیں۔ یعنی عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پوری حدیث اس طرح ہے: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ یعنی قیامت شریر ترین لوگوں پر قائم ہوگی اور اس وقت عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی ہدایت پر نہ ہوگا۔

اس مکمل حدیث کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں مہدی کا

لفظ عربی زبان کے لفظ کے طور پر اپنے لفظی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں مہدی سے مراد امام مہدی نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ صفت کا حصر ذات میں جائز ہے جیسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور ذات کا حصر صفت میں بھی جائز ہے جیسے مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ۔ مگر ذات کا حصر ذات میں یا صفت کا حصر صفت میں نہیں ہوا کرتا۔ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے اور وہ مسیحیت اور مہدویت کی صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اگر مسیحیت اور مہدویت دونوں ان کی صفات ہوں تو لَا الْمَهْدِي إِلَّا عِيسَى میں صفت کا حصر صفت میں لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

شناخت

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح ابن مریم اور عیسیٰ ابن مریم کی تصریح کے ساتھ آیا ہے۔ قیامت کے نزدیک نازل ہونے والے مسیح کو بھی احادیث میں وہی عیسیٰ ابن مریم یعنی ”مریم کا بیٹا عیسیٰ“ کے صاف الفاظ سے متعارف کرایا گیا ہے۔ مرزا قادیانی اپنے دعوے سے مسیح تو بن بیٹھے لیکن مریم کا بیٹا بن کے دکھانا مشکل ہو گیا۔ مرزا قادیانی اپنی اس مشکل کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”استعارے کے رنگ میں مجھے مریم بنایا گیا، پھر مجھے حمل ہوا، پھر مجھ سے عیسیٰ پیدا ہوا، وہ پیدا ہونے والا عیسیٰ بھی میں خود ہی تھا، اس طرح میں عیسیٰ ابن مریم ٹھہرا“ (دیکھیے: کشتی نوح صفحہ ۶۸ تا ۶۹)۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق میں بتایا گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ جو دمشق سے مشابہت رکھتا ہے (دیکھیے: حاشیہ ازالہ کوہام صفحہ ۶۳ تا ۷۳)۔

احادیث کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول سفید مینار کے پاس ہوگا۔ ان صاحب نے اس طرح کا مینار خود آکر قادیان میں تعمیر کرا لیا، اور خانہ پُری مکمل کر لی۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ حدیث شریف کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو لد کے درازے پر قتل کریں گے تو ان صاحب نے جواب دیا کہ لد سے مراد لدھیانہ ہے اور دجال کو قتل کرنے سے مراد مخالفین کو علمی طور پر شکست دینا ہے (دیکھیے: الہدیٰ صفحہ ۹۱)۔

اور جب ان سے پوچھا گیا کہ قرآن شریف کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیماروں کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کرنا ثابت ہے آپ بھی یہ سارے کام کر کے اپنی مسیحیت کو ثابت کریں، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ سب مسمرزم (ایک قسم کا جادو) تھا۔ اگر میں ان چیزوں کو جائز سمجھتا تو کسی طرح عیسیٰ ابن مریم سے کم نہ رہتا (ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۸)۔

فردِ واحد کے مختلف دعوے

قادیان میں جن صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ وہی محمد رسول اللہ ہیں (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴)۔

اور وہی مسیح ابن مریم ہیں (حقیقت الوحی وازالہ اوہام وغیرہ)۔

اور وہی امام مہدی ہیں (سیرت المہدی وغیرہ)۔

ان کی کتابوں میں کہیں صرف مجدد ہونے کا دعویٰ موجود ہے، کہیں باقاعدہ نبوت کا اعلان پایا جاتا ہے (ازالہ اوہام اور ایک غلطی کا ازالہ وغیرہ)۔

اور کہیں مرزا قادیانی لکھتے ہیں ”میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں“ (آسمانی فیصلہ صفحہ ۳)۔

کوئی دوسرا ان کے متضاد بیانات کو کیا سمجھے گا۔ خود ان کے ماننے والے بھی اس چکر کو نہ سمجھ سکے اور وہ دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فرقہ صرف مجددیت کا قائل ہے جسے لاہوری گروپ کہا جاتا ہے۔ اور دوسرا فرقہ نبوت و مسیحیت کا قائل ہے جسے قادیانی گروپ کہا جاتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو احمدیت سے خارج سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف لٹرچر شائع کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ اچھا خاصا الجھا ہوا ہے اور ان کے مذہب میں داخل ہونے والے ایسے نئے لوگوں کے لیے سخت پریشانی کا باعث ہے، جو ذرا سی بھی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ بلکہ اب تو ان کے اپنے نوجوانوں میں بھی ہیجان اور چہ میگوئیاں شروع ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ مرزا قادیانی کا اپنا لٹرچر اپنے نوجوان طبقے سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ اور انہیں صرف بعد کا لکھا ہوا محتاط لٹرچر پڑھاتے ہیں۔

بعض قادیانیوں نے مرزا قادیانی کی ان تضاد بیانیوں سے جان چھڑانے کے لیے ان میں تطبیق دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہم نے ان کی باتوں کا بغور جائزہ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

ایسی تمام کاوشیں محض وفاداری کا ثبوت تو کہلا سکتی ہیں مگر صحیح تطبیق نہیں کہلا سکتیں۔ قادیانیوں کے لاہوری گروپ کا وجود میں آجانا اس مسئلے کے ناقابل حل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔



ضَبْطُ الْكَلَامِ فِي رَدِّ الْغَلَامِ

ذیل کی سطور میں ہم نے قادیانیت کے موضوع پر باقاعدہ علم کلام کی بنیاد رکھ دی ہے۔ عین ممکن ہے کہ عوام الناس بعض باتوں کو سمجھنے سے قاصر رہیں۔ لیکن دینی مدارس کے طلباء کو بطور نصاب اس کا پڑھایا جانا از حد مفید ہو سکتا ہے۔ اس غرض سے اگر کوئی عالم دین اس ”ضبط الکلام“ کو الگ چھاپنا چاہیں، یا اس کی شرح لکھنا چاہیں تو فقیر کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ اس موضوع پر ان کا مطالعہ وسیع ہو۔

(۱)۔ حدیث شریف کی موجودگی میں قرآن کا مفہوم لغت سے متعین کرنا باطل ہے۔ مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، خاتم اور رفع وغیرہ میں حدیث کو چھوڑ کر محض لغت کی روشنی میں منشاء خداوندی تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہی اس لیے ہوا ہے کہ وہ اس قرآن کی وضاحت فرمائیں (النحل: ۴۴)۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث کو جاننے والے قرآن کی دوسروں سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ جو لوگ تم سے قرآن کے ذریعے بحث کرتے ہیں تم انہیں حدیث کے ذریعے پکڑا کرو (الشفاعہ جلد ۲ صفحہ ۱۱)۔

(۲)۔ دلیل قطعی، عبارت النص اور محکم کے مقابلے پر اشارے، النکل یا متشابہ کے ذریعے کھینچا تانی کرنا اور محکم کو متشابہ کی طرف لوٹانا غلط ہے۔ جیسے: بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے مقابلے پر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

الرُّسُلُ وغیرہ سے استدلال یا آیت ختم نبوت کے مقابلے پر درودِ ابراہیمی سے استدلال۔ یہ آیات اور احادیث اس موضوع پر وارد ہی نہیں ہوئیں جس موضوع پر انہیں زبردستی چسپاں کیا جا رہا ہے۔ یہ محض ”چونکہ اس لیے“ کا چکر ہے۔ جو اس پوائنٹ کو سمجھ گیا سو سمجھ گیا اور جو پھسل گیا سو پھسل گیا۔

(۳)۔ ہم بائبل کو مؤخر ف (تبدیل شدہ) سمجھ کر اس میں نبی کریم ﷺ کی بشارات کا کھوج جس طریقے سے لگاتے ہیں وہی طریقہ قادیانیوں نے قرآن کے معاملے میں بھی شروع کر رکھا ہے۔ حالانکہ قرآن جیسی ﴿کتاب میں سے عقیدہ ثابت کرنے کیلئے تصریح اور عبارت کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۴)۔ دلیل کا دعویٰ کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ قادیانی غیر مستقل نبوت کے قائل ہیں۔ جبکہ ان کی ہر دلیل سے مستقل نبوت کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔

(۵)۔ سیاق و سباق کو چھوڑ کر آیت یا حدیث کا مفہوم متعین کرنا درست نہیں۔ جیسے سنن ابن ماجہ کی حدیث: وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عَيْسَىٰ کا پہلا جملہ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَىٰ شِرَارِ النَّاسِ چھوڑ دینا۔ یا صحیح بخاری میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان کرتے وقت حدیث بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ کا پہلا جملہ لَا وَاللَّهِ مَا قَالَ النَّبِيُّ بَعِيسَىٰ أَحْمَرٌ وَلَكِنْ قَالَ كَمَا جَانَا۔ یا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول مُمِيشُكَ پیش کرتے وقت ان کے مشہور الفاظ مُقَدِّمًا وَمُؤَخَّرًا ہضم کر جانا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک صریح بددیانتی ہے۔ یہاں پر سمجھدار قادیانیوں کے دماغ انک جانے چاہئیں اور انہیں مرزا قادیانی پر سخت گرفت کرنی چاہیے۔

(۶)۔ معجزہ اور کرامت (یا خوارقِ عادت) مشکل ضرور ہوا کرتے ہیں مگر ناممکن نہیں ہوا کرتے۔ جیسے شقِ قمر، معراجِ جسمی، نزولِ آدم علیہ السلام، رفع و نزولِ مسیح علیہ السلام اور آکسیجن یا غذا کے بغیر عرصہ دراز تک زندہ رہنا وغیرہ۔ یہ خوارق بھی سنت اللہ ہی میں داخل ہیں۔ اسی لیے ان سے قرآن لبریز ہے۔ مخالفین اسلام کے اعتراضات سے گھبرا کر ان حقائق کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ خصوصاً آج کے سائنسی دور نے تو ان تمام باتوں کی تصدیق بھی کرنا شروع کر دی ہے۔ اور یہ قادیانیت کے پس ماندہ (Backward) ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

(۷)۔ حقیقت متحدہ نہ ہو تو مجاز کو اختیار کرنا درست نہیں۔ جیسے تَوْفِي، رَفْع، نُزُول، خَاتَم اور خَلَوْ میں حقیقت متحدہ نہیں۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ انکارِ ختم نبوت کی پوری عمارت انہی چند الفاظ میں مجاز کی

بنیادوں پر کھڑی کی گئی ہے۔

تَوَفَّى کے بارے میں مرزا قادیانی کے مشہور چیلنج کا جواب یہ ہے کہ اول تو مرزا قادیانی قرآنی لفظ کے معنی معلوم کرنے میں حدیث پر عقل کو ترجیح دے رہے ہیں اور تصریح کے مقابلے پر انکل چلا رہے ہیں اور ہم اس سے پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انکار حدیث ہی فساد کی جڑ ہے۔ ثانیاً قرآن میں بے شمار الفاظ ایسے موجود ہیں جو صرف ایک مقام پر الگ تھلگ مفہوم دے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہر جگہ مصباح کا معنی ستارہ ہے۔ مگر سورۃ نور میں مصباح سے مراد چراغ ہے۔ قرآن میں ہر جگہ بعل سے مراد بت ہے۔ مگر سورۃ یوسف میں بعل سے مراد شوہر ہے۔ قرآن میں ہر جگہ یقین سے مراد یقین ہی ہے۔ مگر حَتَّى یَأْتِیَکَ الْیَقِیْنُ میں یقین سے مراد موت ہے۔ ثالثاً تَوَفَّى بمعنی نیند اللہ یتَوَفَّى الْاَنْفُسَ میں اور هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّاکُمْ بِاللَّیْلِ میں استعمال ہوا ہے۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بحالت نیند اٹھائے جانا تسلیم کیا جانا چاہیے۔ یہی بات تفسیر ابن کثیر، صاوی، جمل، جمالین، قرطبی، مظہری، کبیر، درمنثور، کشاف، خازن، بیضاوی، جامع البیان، معالم التنزیل، ابن جریر، بحر محیط اور التہرالمہاد وغیرہ میں لکھی ہے۔ بلکہ جامع البیان صفحہ ۵۲ اور ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۶۶ پر لکھا ہے کہ اکثریت کا یہی قول ہے۔ رابعاً ایک حدیث شریف کے الفاظ ہیں اِذَا رَمَى الْجِمَارَ لَا یَذُرْیْ اَحَدًا مَّا لَهٗ حَتَّى یَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ یَوْمَ الْقِیَمَةِ (الترتیب والترغیب للممذری کتاب الحج جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)۔ اس حدیث میں اللہ فاعل ہے، بندہ مفعول ہے اور تَوَفَّى از باب تفعیل استعمال ہوا ہے۔ یہاں ذرا توفی کا ترجمہ موت کر کے دکھائیے۔ بال آخروہی کہنا پڑے گا جو تمام اہل لغت و مفسرین نے لکھا ہے کہ اَلتَّوَفَّى هُوَ اَخْذُ الشَّیْءِ وَ اِفِیْہِ عَنِی تَوَفَّى کسی چیز کو پورا پورا لے لینے کو کہتے ہیں۔

آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعْکَ اِلَیَّ میں یہود سے بچا لینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ میں اس وعدے کا ایفاء مذکور ہے۔ اور ”فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی“ کا لفظ ”مَا ذُمْتُ فِیْہِمُ“ کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے اور محض عدم موجودگی بیان کی گئی ہے خواہ اس کی صورت کچھ بھی ہوئی ہو۔ حدیث اَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ کُنْتُ عَلَیْہِمُ شَہِیْدًا مَا ذُمْتُ فِیْہِمُ میں بھی یہی عدم موجودگی مراد ہے اور یہی وجہ اشتراک ہے۔

واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات لفظ توفی سے ثابت نہیں بلکہ توفی کا لفظ رفع

کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات لفظ رفع سے ثابت ہے۔ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے۔ مَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ يَعْنِي يَقِينًا اسے یہودیوں نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا (النس آئی: ۱۵۷-۱۵۸)۔

اس آیت میں رفع کا لفظ قتل کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے اور ان دونوں لفظوں کے درمیان بل موجود ہے۔ یہ بل اضربہ ابطالیہ کہلاتا ہے اور اس کے ماقبل و مابعد میں تضاد اور مکمل تنافی کا پایا جانا ضروری ہے۔ جیسے اس آیت میں ہے اَمْ يَقُولُونَ بِهِ حِجْنَةٌ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ۔ یا اس آیت میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ۔ اور مفہوم یہ ہے کہ قتل نہ ہوا ”بلکہ“ اس کا رفع ہوا۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونا بذات خود درجات کی بلندی کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر رفع سے مراد رفع درجات لی جائے تو معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ کی راہ میں شہید نہ ہوا بلکہ اس کے درجات بلند ہوئے۔ حالانکہ شہید ہونا اور درجات کا بلند ہونا ایک ہی چیز ہے۔ پھر شہادت کی نفی اور درجات کا اثبات کیا معنی رکھتا ہے؟

یہاں قادیانی کہتے ہیں کہ تورات کی یہ تعلیم تھی کہ مقتول لعنتی ہوتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے تورات کی تعلیم کو مد نظر رکھتے ہوئے قتل کی نفی یعنی لعنتی موت کی نفی کی ہے اور اس کے مقابلے پر رفع کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تورات کی یہ تعلیم ہرگز نہیں تھی کہ ہر مقتول لعنتی ہوتا ہے بلکہ تعلیم یہ تھی کہ گناہ گار مقتول لعنتی ہوتا ہے (دیکھو تورات کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲-۲۳)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بے گناہ تھے لہذا اگر بالفرض صلیب پر قتل بھی ہو جاتے تو لعنتی نہ بنتے۔ لہذا اس قتل سے مراد شہادت کی موت ہی ہے اور اسی موت کی نفی کے مقابلے پر جسمانی رفع کا اثبات کیا گیا ہے۔

یہاں پھر قادیانی کہتے ہیں کہ چونکہ یہودیوں کے خیال میں ہر مقتول لعنتی ہوتا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے عقیدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل سے بچایا اور یہودی نظروں میں لعنتی ہونے کی بجائے درجات کی بلندی کا اعلان کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قادیانیوں کی یہ بات بے دلیل اور بے حوالہ ہے۔ یہودیوں کا عقیدہ تو وہی تھا جسے ہم نے یہودیوں کی کتاب تورات سے باحوالہ نقل کر دیا ہے یعنی گناہ گار مقتول لعنتی ہوتا ہے، ہر مقتول لعنتی نہیں ہوتا۔ اور اگر ہر مقتول لعنتی ہی ہوتا ہے تو پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام (جو دونوں کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے)

معاذ اللہ قادیانیوں کے اس فتوے کی زد میں آجائیں گے۔ بلکہ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے وَيَقْتُلُونَ النَّبِينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنی یہودی بے شمار انبیاء کو بے گناہ قتل کر دیتے تھے۔ اور اگر یہودی کسی نبی کو معاذ اللہ لعنتی سمجھتے بھی رہیں تو اس سے حقیقت کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ وہ تو آج بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لعنتی ہی سمجھتے ہیں اور اپنی دانست میں انہیں پھانسی پر لٹکا چکے ہیں اور قادیانی خود بھی اس مسئلے میں یہود کے ہم نوا ہیں۔

یہی وہ مرکزی آیت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی کی صریح دلیل ہے۔ اور اسی آیت سے اپنی گردن چھڑانے کے لیے قادیانی علماء عیسائی دشمنی کے لاکھ دعووں کے باوجود موجودہ مسخ شدہ تورات کا سہارا لے رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی متواتر احادیث کو پرکھنے کے لیے اپنے خود ساختہ ترازو اٹھائے پھرتے ہیں انہوں نے کئی ہزار سالہ پرانی تورات پر کس طرح اعتبار کر لیا جس کے تبدیل شدہ ہونے کا فیصلہ قرآن نے يَحْزِقُونَ الْكَلِمَ کے الفاظ سے دے دیا ہے۔ ہم قرآن سے بات کرتے ہیں اور یہ بائبل کو پیش کرتے ہیں۔ پھر بھی انہیں دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسائیت کو شکست دی۔ شاید توراتی یہودیوں کی ہم نوائی کا نام انکے ہاں کسرِ صلیب ہے۔

پھر یہ کہ مرزا قادیانی نے ایک مکمل کتاب ”مسیح ہندوستان میں“ اس موضوع پر لکھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد یہود کے ہاتھوں سے بچ کر ہندوستان آ گئے اور تقریباً ۹۰ سال یہاں گزارنے کے بعد وفات پائی۔

مگر اس آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں رفع (ا سے اٹھالیا) کا ماضی چیخ چیخ کر بتا رہا ہے کہ رفع کا تحقیق عین اسی وقت ہو رہا تھا جب ابھی قتل کی سازش یا کوشش کی جا رہی تھی۔ رفع کی ماضویت قتل کی بہ نسبت ہے۔ قرآن کہے ”قتل نہیں بلکہ رفع ہوا“۔ اور مرزا قادیانی کہیں کہ اس قتل اور رفع میں ۹۰ سال کا فاصلہ ہے تو یہ تمام قادیانیوں کے لیے ٹھہر جانے اور انکے جانے کا مقام ہے۔ تدبر، انصاف اور دیانت شرط ہے۔

ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ قرآن ہمیشہ یہود و نصاریٰ کے غلط دعووں کی تردید اور صحیح دعووں کی تائید کرتا ہے۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کے تین دعوے تھے (۱)۔ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوئے“ جبکہ قرآن نے کہا مَا قَتَلُوهُ اسے قتل نہ کیا گیا۔

(ب)۔ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیے گئے۔“ جبکہ قرآن نے کہا مَا صَلَبْنَاهُ وَهُوَ صَلِيبٌ نَدِيَا گِیَا۔
 (ج)۔ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔“ مگر یہاں قرآن نے کہا رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اللَّهُ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

اب فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلیب کے دعووں کی نفی تو دو ٹوک الفاظ میں کر دی۔ لیکن ان کے آسمان پر جانے کے عقیدے کی نفی بالکل اسی انداز سے دو ٹوک الفاظ میں کیوں نہ کی؟ بلکہ اُلٹا اپنی طرف اٹھالینے کا اعلان فرما کر عیسائیوں کے عقیدہ کی تائید کر دی۔ اگر آپ اسے تائید نہیں مانتے تو کم از کم اتنا تو ضرور مانیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صریح گنجائش عیسائیوں کے عقیدہ کے صحیح ہونے کی چھوڑ دی۔ یہ حسن تردید کے سراسر منافی ہے۔ ایسی اشد ضرورت کے وقت بھی آسمانی رفع کی دو ٹوک نفی نہ کرنا بلکہ اپنی طرف اٹھالینے کا اعلان کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع کی کھلی دلیل ہے۔

(۸)۔ نبی معصوم ہوتے ہیں جبکہ مرزا قادیانی زعم نبوت سے پہلے حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے (براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸)۔ اور بعد میں اس عقیدے کو خود ہی گمراہی اور گناہ کہنے لگ گئے (ازالہ اوہام وغیرہ)۔ اس پر جب اہل اسلام نے دو غلطیوں کا اعتراض کیا تو یہ توجیہ پیش کر دی کہ مجھے اگر اپنی مسیحیت کے منصوبے کا خیال ہوتا تو میں براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا (کشتی نوح صفحہ ۶۸)۔ میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو۔ وہ لکھتا جو الہامی نہ تھا۔ محض رسمی تھا (کشتی نوح صفحہ ۶۹)۔

اس عبارت میں ”تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ ہو“ کے الفاظ پر غور کیجیے۔ گویا یہ سادگی کے اظہار کے لیے مرزا قادیانی کی منصوبہ بندی تھی۔ بہر حال ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی عرصہ دراز تک گمراہی میں مبتلا رہے اور بعد میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

(۹)۔ الہام اگر قرآن و سنت و اجماع کے خلاف ہو تو یہ شیطانی الہام ہے (اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيُؤْخَذُ بِالْاِيَةِ) یہیں سے اکثر متنبی پھسلے ہیں۔ مثلاً شیطان کسی سے کہہ دیتا ہے کہ تو مسیح ہے۔ پھر اس پر کچھ بے تکیے دلائل بھی فراہم کر دیتا ہے۔ یہ دلائل کچھ لوگوں کو اپیل بھی کر جاتے ہیں اور یوں شیطان کا مشن پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ فتوحات مکیہ کے باب ۸۱ میں فرماتے ہیں کہ میرے مرشد کو یہ الہام ہوا تھا کہ تم مسیح ہو۔ لیکن انہوں نے اس الہام کو شریعت کی

روشنی میں پرکھ لیا اور شیطان کے فریب سے بچ گئے۔

(۱۰)۔ مرزا قادیانی بعض ایسی چیزوں کو اپنی نبوت کی دلیل بناتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر پیش فرمائی ہیں۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کے یہ ثبوت یکا یک پیش فرمادیے تھے۔ آپ ﷺ سے پہلے ان باتوں کو نبوت کی دلیل کبھی نہ بنایا گیا تھا۔ اب اگر مرزا قادیانی انہی دلائل کا سہارا لیں تو یقیناً یہ ان کی منصوبہ بندی پر محمول ہوگا۔ مرزا قادیانی نے فصاحت و بلاغت کو اپنی نبوت کی دلیل بنایا اور ایک کتاب اعجاز احمدی، ثبوت کے طور پر لکھ ڈالی۔ مرزا قادیانی سے پہلے بھی نبوت کے جھوٹے دعویداروں میں بڑے بڑے فنکار اور نکتہ آفرین گزرے ہیں۔ ان کے قلم میں اتنا زور تھا کہ پڑھنے والا انہیں سلطان القلم کہہ دے اور ان کی تحریر میں اتنی فصاحت تھی کہ انہوں نے اپنے کلام کو قرآن کی طرح بطور چیلنج پیش کر دیا تھا۔

ابوطیب متنبی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنا شاعرانہ دیوان اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر پیش کر دیا۔ ابوطیب بعد میں اپنی اس حرکت سے تائب ہو گیا۔ لیکن اس کا یہ دیوان آج بھی مسلمانوں کے درس نظامی میں نصاب کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اور یہ دیوان متنبی کے نام سے مشہور ہے۔ مرزا قادیانی نے بھی وہی طریقہ چرانے کی کوشش کی ہے۔

جھوٹے دعویداروں نے ہمیشہ قرآن وحدیث سے ہی اپنی نبوت پر استدلال کیا ہے۔ البتہ ان کے طریقہ واردات میں انیس بیس کا فرق ضرور رہا ہے۔

(۱۱)۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مرزا قادیانی نے آیت قَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا سے اپنی نبوت پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ یہ آیت ہمارے نبی کریم ﷺ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ اور فرق یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اعلان نبوت سے پہلے ایک معروف شخصیت تھے اور لوگ آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ جبکہ مرزا قادیانی زعم نبوت سے پہلے ایک غیر معروف اور گمنام شخصیت تھے۔ چنانچہ وہ اپنے الہام کے بارے میں خود لکھتے ہیں کہ اس بات کو عرصہ قریباً بیس برس کا گزر چکا ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ مجھ کو بجز قادیان کے چند آدمیوں کے کوئی نہیں جانتا تھا، الہام ہوا (تریاق القلوب صفحہ ۱۲۸ از مرزا قادیانی)۔

اور اگر اس آیت سے مرزا قادیانی کی نبوت پر استدلال درست ہے تو پھر وَمَا عَلَّمْنَاهُ

الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ (یس: ۶۹) سے استدلال کرتے ہوئے ہم بھی مرزا قادیانی کو ان کی شاعری کی وجہ سے جھوٹا کہہ سکتے ہیں۔

(۱۲)۔ قادیانیوں کا وطیرہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی خامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے مرزا قادیانی کی ہر خامی گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نہ کسی میں ثابت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور مرزا قادیانی نے اگر کسی کو گالیاں بھی دی ہیں تو گالیاں دینے کا جواز قرآن سے پیش کرنے لگتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اس وقت ان لوگوں کی غیرت کہاں چلی جاتی ہے جنہوں نے کہا تھا کہ ”غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر“۔ صرف ایک خطا کا شخص کو بچانے کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو خطا کا قرار دینا اور قرآن کی آیات کو گالیوں سے تعبیر کر دینا کہاں کی غیرت مندی ہے۔

(۱۳)۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مرزا قادیانی کی ایک آنکھ میں واضح نقص تھا۔ آج بھی ان کی تصویر دیکھ کر ان کی وجاہت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ حسن و قبحات اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس معاملے میں کسی پر چوٹ کرتے وقت اللہ سے ڈرنا ضروری ہے لیکن اظہار حقیقت کے طور پر عرض ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کا معیار حسن یہ بیان فرمایا ہے کہ مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ یعنی اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کا چہرہ خوبصورت نہ ہو (شمائل ترمذی صفحہ ۲۴)۔ گویا مرزا قادیانی کا حلیہ انبیاء علیہم السلام کے حلیہ کے بالکل برعکس ہے اور یہ بات بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ مرزا قادیانی کا حلیہ دجال کے حلیہ کے موافق ہے۔ چنانچہ احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ دجال ”کانا“ ہوگا (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۷۳)۔

(۱۴)۔ ایک فن کی اصطلاح کو دوسرے فن سے جوڑ کر نیا مفہوم پیدا کر لینا ایمان اور دیانت کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ مرزا قادیانی صوفیاء کی اصطلاحات کو شرعی اصطلاحات کے مفہوم میں ڈھال لیتے ہیں اور لغوی معنی کو اصطلاحی معنی میں گڈ مڈ کر دیتے ہیں۔ مثلاً قرآن شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی طرف وحی کا آنا اور شہد کی مکھی کی طرف اللہ تعالیٰ کا وحی فرمانا بیان ہوا ہے۔ یہاں وحی سے مراد نبوت کی وحی نہیں بلکہ الہام مراد ہے۔ یہیں سے صوفیاء کرام علیہم الرضوان نے بھی اپنی خاص اصطلاح میں الہام کے لیے وحی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اب مرزا قادیانی اس طرح کرتے ہیں کہ صوفیاء کی اصطلاح کو شریعت کی اصطلاح کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور صوفیاء کرام کے الہام کو وحی نبوت

ظاہر کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

(۱۵)۔ فنائیت کی بنا پر کیا جانے والا دعویٰ بذاتِ خود دوئی اور عدمِ فناء پر دلالت کرتا ہے۔ مغایرت ہی کی وجہ سے دعویٰ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحبِ عملاً اس راستے سے نہیں گذرے۔

(۱۶)۔ یہ کہنا کہ عیسیٰ بن مریم سے مراد اُن کا مثیل ہے، دمشق سے مراد قادیان ہے، لُہ سے مراد لدھیانہ ہے، دجال سے مراد فلاں پادری ہے، اور دجال کے قتل سے مراد علمی شکست ہے، احادیث کی تصریحات کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ یہ اتنی باریک تاویلات ہیں کہ ایسی تاویلات کی مدد سے سیاہ کو سفید ثابت کیا جاسکتا ہے۔ پھر اگر اصل احادیث کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ان ریکی تاویلات کی متحمل بھی نہیں ہیں۔ تدبر شرط ہے۔

(۱۷)۔ مرزا قادیانی کے اخلاق کا یہ عالم ہے کہ وہ سخت فحش گو اور گالی نواز تھے۔ ان کی تہذیب اور شائستگی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

(۱)۔ ہمارے مخالف جنگلوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کیتوں سے بڑھ گئیں (نجم الہدیٰ صفحہ ۱۵)۔
(ب)۔ جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اسے ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں (انوار الاسلام صفحہ ۳۳)۔

(ج)۔ لئیم، فاسق، شیطان، لعنتی، پاگلوں کا نطفہ، خبیث، بدکارہ کا بچہ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۲-۱۵)۔
(د)۔ اپنی کتاب نور الحق میں کسی بے چارے پر باقاعدہ نمبر لگا کر ایک سے لے کر ہزار تک ”لعنت“ لکھی ہے۔ ”لعنتوں“ کا یہ سلسلہ اس کتاب کے صفحہ ۱۱۸ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۲۴ تک جاری رہتا ہے (ملاحظہ ہو نور الحق صفحہ ۱۱۸ تا ۱۲۴ از مرزا قادیانی)۔

یہاں سے مرزا قادیانی کی نہ صرف فحش گوئی بلکہ دماغی حالت کا بھی اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

(۱۸)۔ مرزا قادیانی جہاد کو حرام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

(دُشمنین از مرزا قادیانی)

نیز لکھتے ہیں: میری عمر کا اکثر حصہ سلطنتِ انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے مخالفتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں (تریاق القلوب صفحہ ۲۵ از مرزا قادیانی)۔

اُدھر حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی صاف موجود ہے کہ مشرق سے ایک ایسا گروہ اٹھے گا جو جہاد کا انکار کرے گا۔ وہ گروہ جہنم کا ایندھن ہے (کنز العمال حدیث نمبر ۱۰۷۴۲)۔

بلاشبہ قادیان مدینہ شریف سے سیدھا مشرق میں واقع ہے اور مرزا قادیانی نے جہاد کا انکار بھی صاف صاف کر دیا ہے۔ اس حدیث کی پیش گوئی صادق آ جانے کے بعد اب اس کے انکار یا اسے ضعیف کہنے کا کوئی ٹھکانہ باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی نے یہ معیار مقرر کیا ہے کہ ”اگر کوئی ایسی حدیث جو کسی پیش گوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور تمہارے زمانے میں یا اس سے پہلے اس حدیث کی پیش گوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے مُحدَثوں اور راویوں کو خطی اور کاذب خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو“ (کشتی نوح صفحہ ۸۴، از مرزا قادیانی)۔

لہذا ہماری پیش کردہ جہاد والی حدیث خواہ صحیح ہو یا ضعیف ہو یا موضوع ہو، بہر حال ان کے لیے حرفِ آخر ہونی چاہیے۔ انصاف شرط ہے۔

(۱۹)۔ نزولِ مسیح علیہ السلام کا اجرائے نبوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ”مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی جزویا ہمارے دین کے رُکنوں میں سے کوئی رُکن ہو بلکہ صد ہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کا حقیقتِ اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانے تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانے تک اسلام کچھ ناقص نہ تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا (ازالہ اوہام صفحہ ۶۲)۔

نیز مرزا قادیانی اسی کتاب ”ازالہ اوہام“ میں بار بار لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں

میں میرے جیسے دس ہزار مثیل مسیح بھی آجائیں۔

معلوم ہوا کہ یہ صاحب اپنے ہی قول کے مطابق ایک غیر ضروری شخصیت ہیں اور انہیں نہ ماننے سے کوئی شخص کافر تو کیا گناہگار بھی نہیں ہو سکتا۔ اور انہوں نے اپنی مسیحیت کی مدھانی محض پانی میں ڈال رکھی ہے۔

(۲۰)۔ یہ لوگ ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں جبکہ ہم انہیں کافر سمجھتے ہیں وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ لِهَذَا تَفْصِيلِي دلائل کسی کی سمجھ میں نہ بھی آئیں تو احتیاطاً ترکِ قادیانیت میں ہی خیریت ہے۔

قادیانیت کے رد میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمت اللہ کی کتاب ”شمس الہدایہ“ اور دوسری کتاب ”سیفِ چشتیائی“ اس موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ فقیر راقم الحروف نے بھی حیاتِ مسیح علیہ السلام کے موضوع پر ”الجواب الصحیح فی حیاتِ مسیح“ نامی رسالہ تحریر کیا ہے اور یہ کتاب ضربِ خاتم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



WWW.NAFSEISLAM.COM